احادیث ضعیفہ کا شرعی درجہ

فقہاء و محدثین اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں

مفتی محمد زید مظاہری ندوی
استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء

محدثین کی اصطلاح میں حدیث ضعیف اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں حدیث صحیح کے کل یا بعض شرائط نہ پائے جائیں، حدیث صحیح کے شرائط میں سند کا متصل ہونا، راوی کا عادل وثقہ اور تامّ الضبط ہونا اور علل قادحہ سے خالی ہونا ہے، اسی وجہ سے محدثین کی تصریح کے مطابق احادیث ضعیفہ میں ضعف کے اسباب وعلل مختلف ہو سکتے ہیں، مثلا راوی کا غیر عادل یا سیئ الحفظ ہونا یا کثرت غفلت اور فسق و فجور میں مبتلا ہونا وغیر ذلک، اسی فرق کا لحاظ کرتے ہوئے احادیث ضعیفہ کے احکام میں بھی ائمہ مجتہدین ومحدثین نے تفصیل ذکر فرمائی ہے، حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

الحديث الضعيف هو الذي فقد فيه الشرائط المعتبرة في الصحة والحسن كلاً أو بعضاً ويذم راويه بشذوذ أو نكارة أو علة، وبهذا الاعتبار يتعدد أحكام الضعيف ويكثر افراداً وتركيباً- (۱)

ترجمہ: حدیث ضعیف اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں حدیث صحیح وحسن کی کل یا بعض شرطیں نہ پائی جائیں، اور اس حدیث کے راوی کی شذوذ یا نکارت یا کسی بھی علت قادحہ کی وجہ سے مذمت کی جائے، اس لحاظ سے ضعیف حدیث کی مختلف قسمیں اور مختلف احکام ہوں گے۔

اس موضوع پر حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے ”فتح الملہم شرح مسلم“ کے مقدمہ میں اور حضرت علامہ ظفر احمد تھانوی نے ”اعلاء السنن“ کے مقدمہ میں تفصیلی کلام فرمایا ہے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

”الحديث الضعيف هو ما وجد فيه شيء مما يوجب الردّ، وموجب الردّ هو بعينه موجب الضعف، أحدهما: سقوط راو من الرواة من إسناده۔

”والثاني: وجود أمر في الراوي يوجب طعناً فيه، فعلى هذا يكون الحديث الضعيف نوعين: أحدها: ما يكون موجب الردّ فيه سقوط راو من الرواة من سنده، وثانيها: أن يكون موجب الرد فيه وجود أمر في الراوي يوجب طعناً فيه۔۔۔۔۔۔ والأمور التي يوجب الطعن في الراوي

عشرة۔الخ۔(۲)

ترجمہ: حدیث ضعیف وہ ہے جس میں کوئی ایسا سبب پایا جائے جو حدیث کے غیر مقبول ہونے کا ذریعہ بنے، اور یہی سبب حدیث کے ضعیف ہونے کا بھی باعث ہے۔

اصولیین نے اسے مجموعی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

(۱) یہ کہ سند میں کسی مقام پر انقطاع پایا جائے۔

(۲) راوی میں جن اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے وہ نہ پائے جائیں۔

مندرجہ بالا اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے حدیث ضعیف دو قسموں میں منقسم ہو جاتی ہے:

اول: وہ حدیث ضعیف کہلائے گی جس کی سند میں کوئی راوی ساقط ہو۔

ثانی: وہ حدیث بھی ضعیف کہلائے گی جس کے راوی کا مطعون ہونا حدیث کے غیر مقبول ہونے کا سبب بنے، اور اسباب طعن دس ہیں۔۔۔۔الخ۔

ائمہ حدیث وائمہ فقہ کا متفقہ فیصلہ

علماء محققین کی تصریح کے مطابق تمام ائمہ فقہ وحدیث اس بات پر متفق ہیں کہ چند شرائط کے ساتھ (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے) فضائل ومسائل اور احکام شرع میں بھی احادیث ضعیفہ معتبر ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے قیاس نہیں کیا جا سکتا، یعنی حدیث ضعیف کا درجہ قیاس سے بڑھ کر ہے، اور حدیث ضعیف قیاس پر بھی مقدم ہے، چنانچہ علامہ ابن قیمؒ نے پورے وثوق کے ساتھ تمام ائمہ کے حوالہ سے یہی بات تحریر فرمائی ہے، علامہ ابن قیمؒ کی عبارت درج ذیل ہے:

”وليس أحد من الأئمة إلا وهو موافقة على هذا الأصل من حيث الجملة، فإنه ما منهم إلا وقد قدّم الحديث الضعيف على القياس۔“(۳)

اس عبارت میں علامہ ابن قیمؒ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ تمام ائمہ نے حدیث ضعیف کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو قیاس پر مقدم کرنے کا اصول اپنایا ہے، اب ائمہ اربعہ میں سے ہر مسلک کی نیز مشہور محدثین کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

احادیث ضعیفہ کے سلسلہ میں حضرات احناف کا مسلک

۱۔علامہ ابن قیمؒ اور علامہ ابن حزمؒ نے اس بات پر تمام علماء کا اتفاق نقل فرمایا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک حدیث ضعیف رائے اور قیاس پر مقدم ہے، علامہ ابن قیمؒ کی عبارت درج ذیل ہے:

الإجماع على أن مذهب أبي حنيفة أن ضعيف الحديث أولى عنده من الرأي والقياس۔(۴)

یعنی اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہی ہے کہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف قیاس

ورائے سے اولیٰ اور اس پر مقدم ہے۔

۲۔علامہ ابن حزمؒ کے حوالہ سے علامہ سخاویؒ تحریر فرماتے ہیں:

”قال السخاوي عليه الرحمة: ذكر ابن حزم أن جميع الحنفية مجمعون على أن مذهب أبی حنيفة أن ضعيف الحديث أولى عنده من الرأی و القياس۔“(۵)

یعنی تمام حنفیہ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہی ہے کہ حدیث ضعیف بھی قیاس ورائے پر مقدم ہے۔

فائدہ: حضرت امام ابوحنیفہؒ اور تمام احناف کے نزدیک جب حدیث ضعیف بھی رائے اور قیاس پر مقدم ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے قیاس کرنا جائز نہیں تو حدیث صحیح اور حدیث قوی بدرجہ اولیٰ قیاس اور رائے پر مقدم ہوگی اور اس کے ہوتے ہوئے قیاس کرنا جائز نہیں ہوگا، واللہ اعلم۔

(۳) حضرت ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں متعدد موقعوں پر تحریر فرمایا ہے کہ احناف کا مسلک یہی ہے کہ حدیث ضعیف معتبر اور قیاس پر مقدم ہے، اور فضائل اعمال میں تو اس کا معتبر ہونا اتفاقی امر ہے، چند عبارتیں ملاحظہ ہوں:

لأن مذهبهم القوی: تقديم الحديث الضعيف على القياس۔(٦)

أجمعوا على جواز العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال۔(٧)

يعمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال باتفاق العلماء۔(٨)

الحديث الضعيف يعمل به في فضائل الأعمال۔(٩)

تمام عبارتوں کا حاصل یہی ہے کہ احناف کا قوی اور مضبوط مسلک یہی ہے کہ فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جائے گا، اور یہ تمام علماء کا اتفاقی مسئلہ ہے۔

(۴) شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف اگر متعدد طرق سے مروی ہو تو اس کا ضعف بھی جاتا رہتا ہے، اور وہ ضعیف حدیث بھی حسن لغیرہ کا درجہ رکھتی ہے، شاہ صاحبؒ کی عبارت درج ذیل ہے:

”و الضعيف إن تعدد طرقه و انجبر ضعفه يسمى حسنا لغيره-“(١٠)

(۵) علامہ ابن الہمام شارح ہدایہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حدیث ضعیف بھی معتبر ہے، البتہ اس کے معتبر ہونے کے کچھ شرائط بھی تحریر فرمائے ہیں۔

”قال ابن الهمام: و الاستحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع۔“(١١)

ويعمل بالضعيف أيضا فی الأحكام إذا كان فيه احتياط۔(١٢)

یعنی ضعیف حدیث جو موضوع نہ ہو امر مندوب کے اثبات کے لئے کافی ہے، اور احتیاط کے موقع پر احکام میں

بھی اس کا اعتبار کیا جائے گا، (احادیث ضعیفہ کے معتبر ہونے کے شرائط آگے آرہے ہیں)۔

البتہ حدیث موضوع کا اعتبار نہ فضائل میں ہے نہ احکام ومسائل میں، بلکہ اس کا نقل کرنا اور بیان کرنا بھی جائز نہیں، الا یہ کہ ساتھ ہی اس کی تردید بھی کردی جائے، چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

أما الموضوع فلا يجوز العمل به بحال ولا روايته إلا إذا قرن ببيانه ولو فى فضائل الأعمال۔ (۱۳)

احادیث ضعیفہ کے باب حضرات شوافع کا مسلک

حضرت شوافع کا مسلک بھی یہ ہے کہ احادیث ضعیفہ احکام ومسائل میں تو معتبر نہیں، لیکن ترغیب وترہیب اور فضائل اعمال میں معتبر ہیں، اور احکام میں بھی تنزّہ واستحباب کے باب میں احادیث ضعیفہ معتبر ہیں، یعنی مکروہ ومندوب کے اثبات کے لئے علماء شوافع نے بھی احادیث ضعیفہ کو کافی سمجھا ہے۔

نیز حضرت امام شافعیؒ جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ حدیث مرسل کی حجیت کے قائل نہیں، لیکن کسی مسئلہ میں صحیح حدیث نہ ہونے کی صورت میں وہ بھی حدیث مرسل کو حجت مانتے ہیں، حضرات شوافع کے چند علماء محققین ومحدثین کی تصریحات ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ حضرت امام نوویؒ شرح مہذب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”إنما يجوز الاحتجاج من الحديث في الأحكام بالحديث الصحيح أو الحسن، وأما الضعيف فلا يجوز الاحتجاج به فى الأحكام والعقائد، وتجوز روايته والعمل به في غير الأحكام كالقصص وفضائل الاعمال والترغيب والترهيب۔“(۱۴)

یعنی عقائد واحکام میں تو حدیث صحیح اور حدیث حسن ہی سے استدلال کرنا درست ہے، جہاں تک تعلق حدیث ضعیف کا ہے تو احکام ومسائل اور عقائد کے باب میں تو ان سے استدلال کرنا درست نہیں، البتہ احکام کے علاوہ دوسرے موقعوں میں مثلاً قصص، فضائل اعمال، ترغیب وترہیب کے باب میں ضعیف حدیثوں کو بھی نقل کرنا جائز ہے۔

۲۔ نیز تحریر فرماتے ہیں:

”لكن الضعيف يعمل في فضائل الأعمال باتفاق العلماء۔“(۱۵)

ترجمہ: تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا۔

۳۔ حضرت امام نوویؒ اپنی کتاب ”التبیان فی آداب حملۃ القرآن“ میں تحریر فرماتے ہیں:

اعلم أن العلماء من أهل الحديث وغيرهم جوّزوا العمل بالضعيف في فضائل الأعمال۔ (۱۶)

یعنی اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ علماء اہل حدیث اور اس کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی فضائل اعمال میں

ضعیف حدیثوں پر عمل کو جائز قرار دیا ہے۔

۴۔حضرت امام نوویؒ اپنی کتاب ''کتاب الاذکار'' میں تحریر فرماتے ہیں:

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم: يجوز ويستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعاً ---- إلى أن قال : إذا ورد حديث ضعيف بكراهة بعض البيوع أو الأنكحة فإن المستحب أن يتنزّه عنه ولكن لا يجب۔(۱۷)

ترجمہ: فقہاء ومحدثین اور دوسرے علمائے محققین حضرات نے بھی فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب کے باب میں ضعیف حدیثوں پر عمل کو جائز اور مستحب قرار دیا ہے، شرط یہ ہے کہ وہ حدیث موضوع نہ ہو، بلکہ بیوع اور نکاح کے باب میں اگر کوئی ایسی ضعیف حدیث پائی جاتی ہو جس سے کسی خاص صورت کی کراہت ثابت ہوتی ہو تو مستحب یہی ہے کہ اس سے بھی پرہیز کیا جائے، گو اس سے بچنا واجب نہ ہو۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"ويعمل بالضعيف أيضافي الأحكام إذا كان فيه احتياط۔"(۱۸)

یعنی احتیاط کے موقعوں میں احکام میں بھی ضعیف حدیثوں پر عمل کیا جائے گا۔

نیز اپنی کتاب "اللآلی المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة" میں تحریر فرماتے ہیں:

والحديث الضعيف لا يدفع وإن لم يحتج به، ورب حديث ضعيف الإسناد صحيح المعنى۔ (۱۹)

یعنی حدیث ضعیف گو (احکام میں) قابل احتجاج نہ ہو، لیکن پھر بھی اس کو رد نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ بہت سی ضعیف الاسناد حدیثیں معنی ومفہوم کے لحاظ سے بالکل درست ہوتی ہیں۔

حضرات مالکیہ کا مسلک

۱۔علماء مالکیہ میں سے علامہ ابن العربی مالکیؒ نے اگرچہ علی الاطلاق احادیث ضعیفہ کے مقتضی پر عمل کرنے سے منع کیا ہے، گو اس کا تعلق فضائل اعمال ہی سے کیوں نہ ہو، چنانچہ فتح الملہم شرح مسلم میں علامہ شبیر احمد عثمانی نقل فرماتے ہیں:

ومنع ابن العربي المالكي العمل بالضعيف مطلقاً۔(۲۰)

ترجمہ: ابن عربی نے ضعیف حدیث پر عمل کرنے کو مطلقاً منع فرمایا ہے۔

لیکن دوسرے علماء مالکیہ نے اس کو تسلیم نہیں کیا، چنانچہ علامہ ابن قیمؒ نے تمام ائمہ سے (جس میں حضرت امام

مالک بھی شامل ہیں) نقل فرمایا ہے کہ حدیث ضعیف معتبر ہے، اور اس کو قیاس پر مقدم کیا جائے گا، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

"ليس أحد من الأئمة إلا و قد قدّم الحديث الضعيف على القياس۔"(۲۱)

یعنی بغیر کسی استثناء کے تمام ائمہ اس پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف کو قیاس پر مقدم رکھا جائے گا۔

نیز علامہ ابن قیمؒ نے امام مالک کے حوالہ سے صراحتاً نقل فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک حدیث مرسل، حدیث منقطع اور بلاغات واقوال صحابہ سب قیاس پر مقدم رکھے جائیں گے، یعنی ان کے ہوتے ہوئے قیاس کی گنجائش نہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

"وأما مالك فإنه يقدم الحديث المرسل والمنقطع والبلاغات وأقوال الصحابي على القياس۔"(۲۲)

ترجمہ: جہاں تک تعلق امام مالکؒ کا ہے تو وہ تو حدیث مرسل، منقطع، بلاغات اور اقوال صحابہ کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔

۲۔ نیز علامہ ابن عبد البر مالکی اپنی کتاب ''التمہید'' میں حدیث "هلاك أمتي في ثلاث : في القدرية، والعصبية، والرواية عن غير ثبت" کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"والحديث الضعيف لا يدفع وإن لم يحتج به، ورب حديث ضعيف الإسناد صحيح المعنى۔۔۔انتهى۔"(۲۳)

یعنی حدیث ضعیف گو قابل احتجاج نہ ہو، لیکن اس کو بھی رد نہیں کیا جائے گا (بلکہ قبول کیا جائے گا) کیوں کہ بہت سی حدیثیں سنداً ضعیف ہوتی ہیں، لیکن معناً صحیح ہوتی ہیں۔

الغرض مالکی مسلک میں بھی احادیث ضعیفہ قابل قبول وقابل اعتبار ہیں۔

حنابلہ کا مسلک

۱۔ ائمہ ثلاثہ کی طرح حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ نے بھی یہی اصول اختیار فرمایا ہے کہ کسی مسئلہ میں حدیث صحیح نہ ہونے کی صورت میں حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کا اعتبار کیا جائے گا، اور قیاس ورائے کے مقابلہ میں حدیث ضعیف اور حدیث مرسل کو ترجیح حاصل ہوگی، چنانچہ علامہ ابن قیمؒ تحریر فرماتے ہیں:

الأصل الرابع من أصول الإمام أحمد التي هي عليها فتاواه: الأخذ بالمرسل والحديث الضعيف إذا لم يكن في الباب شيء يدفعه، وهو الذي رجحه على القياس۔(۲۴)

یعنی امام احمد بن حنبلؒ کے اصول جن پر ان کے فتاویٰ کی بنیاد ہے ان میں چوتھی اصل یہ ہے کہ:

''کسی مسئلہ میں حدیث صحیح نہ ہونے کی صورت میں حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو اختیار کیا جائے، اور حدیث ضعیف ومرسل کو قیاس پر راجح قرار دیا جائے۔''

۲۔ٹھیک یہی بات تقریباً اسی عبارت سے شیخ ابوزہرہ نے بھی امام احمد کے حوالہ سے نقل فرمائی ہے:

"الأصل الرابع الأخذ بالمرسل والحديث الضعيف۔"(۲۵)

۳۔شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے اصولی طور پر حضرت امام احمد بن جنبلؒ کا مقولہ نقل فرمایا ہے:

"إذا جاء الحلال والحرام شدّدنا في الأسانيد، وإذا جاء الترغيب والترهيب تساهلنا فى الأسانيد۔"(۲۶)

یعنی جب مسئلہ حلال وحرام کا آتا ہے تو ہم حدیثوں کی سندوں میں زیادہ احتیاط برتتے ہیں، اور تشدّد سے کام لیتے ہیں، اور جب کوئی حدیث ترغیب وترہیب سے متعلق ہوتی ہے تو اس میں ہم نرمی اختیار کرتے، اور چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔

۴۔علامہ سخاویؒ "القول البدیع" میں حضرت امام احمد بن جنبلؒ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں:

وعن أحمد أنه يعمل بالضعيف إذا لم يوجد غيره ولم يكن ثم ما يعارضه، وفي رواية عنه: ضعيف الحديث عندنا أحب من رأى الرجال-(۲۷)

یعنی صحیح اور معارض حدیث نہ پائے جانے کی صورت میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے گا، اور ایک روایت میں ان سے منقول ہے کہ ہمارے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل کرنا قیاس ورائے پر عمل کرنے سے زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، علامہ سخاویؒ اور شیخ ابوزھرہؒ کی مذکورہ بالا تصریحات کی بنا پر یقین سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ حضرات حنابلہ کے یہاں بھی احادیث ضعیفہ معتبر ہیں، اور ترغیب وترہیب یعنی فضائل اعمال سے متعلق احادیث ضعیفہ میں وہ بھی چشم پوشی سے کام لیتے ہیں، اور احکام سے متعلقہ احادیث میں بھی وہ احادیث ضعیفہ کو قیاس ورائے پر ترجیح دیتے ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کا موقف

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے احادیث ضعیفہ کے متعلق اپنے فتاوی میں تفصیلی کلام فرمایا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ:

حلال وحرام یعنی احکام سے متعلقہ احادیث میں تو تشدد یعنی بہت احتیاط سے کام لیا جائے گا، اور ترغیب وترہیب یعنی فضائل سے متعلقہ احادیث میں مساہلت یعنی نرمی اور چشم پوشی سے کام لیا جائے گا، اور فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ کا بھی اعتبار کیا جائے گا، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ احادیث ضعیفہ سے کسی عمل یا اس کی کمیت اور کیفیت کو ثابت کیا جائے، یا ثواب وعقاب کی مقدار اور نوعیت کو ثابت کیا جائے، یعنی حدیث ضعیف سے ان امور کو ثابت نہیں کیا جا سکتا، (احادیث ضعیفہ سے مستحب عمل کے اثبات کا بھی علامہ ابن تیمیہؒ نے انکار فرمایا ہے) البتہ ثابت شدہ عمل یعنی جو عمل دوسرے دلائل شرعیہ سے یا عمومات سے ثابت ہو اس ثابت شدہ عمل میں ترغیب وترہیب اور فضائل کے سلسلہ میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

یہ علامہ ابن تیمیہؒ کی طویل عبارت کا خلاصہ ہے جس کو انہوں نے تفصیل سے مثالوں کی وضاحت کے ساتھ اپنے فتاوی میں تحریر فرمایا ہے، مختصر عبارت درج ذیل ہے:

قال أحمد علیہ الرحمۃ: إذا جاء الحلال والحرام شدّدنا فى الأسانيد وإذا جاء الترغيب والترهيب تساهلنا في الأسانيد، وكذلك ما عليه العلماء من العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال، ليس معناه إثبات الاستحباب بالحديث الذى لا يحتج به، فإن الاستحباب حكم شرعي فلا يثبت إلا بدليل شرعى-----إلى أن قال: فإذا روى حديث في فضل بعض الأعمال المستحبة وثوابها وكراهة بعض الأعمال وعقابها فبمقادير الثواب والعقاب وأنوعه اذا روى فيه حديث لا نعلم أنه موضوع جازت روايته والعمل به بمعنى أن النفس ترجو ذلك الثواب أو تخاف ذلك العقاب۔

فالحاصل أن هذا الباب يروى ويعمل به فى الترغيب والترهيب لا في الاستحباب ثم اعتقاد موجبه وهو مقادير الثواب والعقاب يتوقف على الدليل الشرعي۔(۲۸)

امام بخاری، امام ترمذی، امام بیہقی اور امام دارقطنی رحمہم اللہ تعالیٰ کا طرز عمل

حافظ ابن حجر، ملا علی قاری، علامہ شوکانی، علامہ مبارکپوری اور دیگر شرّاح حدیث کی تصریحات کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین کے علاوہ حضرات محدثین، سلف صالحین حضرت امام بخاری، امام ترمذی، امام بیہقی، امام دارقطنی رحمہم اللہ اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی احادیث ضعیفہ، غریبہ، مرسلہ، مقطوعہ کا فضائل میں اور بعض موقعوں میں احکام میں بھی اعتبار کیا ہے، خصوصاً جب کہ اس حدیث کے شواہد اور مؤیدات ومتابع پائے جاتے ہوں، اور شرائط ثلاثہ پائے جانے کی صورت میں تو احکام میں بھی ضعیف حدیثوں کا اعتبار کیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں چند محدثین کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

حضرت امام بخاریؒ کا طرز عمل

فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب کے باب میں احادیث ضعیفہ کی قبولیت کے تعلق سے جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا جو مسلک نقل کیا گیا حضرت امام بخاریؒ کا مسلک بھی اس کے مطابق ہے، یعنی امام بخاریؒ کے نزدیک بھی فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جائے گا، جس کی واضح دلیل حضرت امام بخاریؒ کی کتاب ''الادب المفرد'' ہے، جس میں امام بخاریؒ نے بڑی تعداد میں متکلم فیہ راویوں کی ضعیف روایتوں کو ذکر کیا ہے۔

شیخ علامہ فضل اللہ جیلانیؒ نے ''الادب المفرد'' کی شرح ''فضل اللہ الصمد'' میں الادب المفرد میں ذکر کردہ حدیثوں کی سند اور ان کے رواۃ کا جائزہ لیا تو تقریب التہذیب کی بنیاد پر متکلم فیہ راویوں کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے جس میں متکلم فیہ رواۃ کی تعداد ۲۲ اور مجہولین کی تعداد ۲۸ تحریر فرمائی ہے۔ (۲۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا مسلک بھی ضعیف احادیث کے سلسلہ میں جمہور محدثین کے مسلک کے مطابق ہے کہ فضائل اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث کا اعتبار کیا جائے گا۔

اسی وجہ سے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ پورے وثوق سے تحریر فرماتے ہیں:

"أقول: وهو مذهب البخاري علیہ الرحمۃ أيضاً فإنه أتى منها بكثير في كتابه الأدب المفرد۔" (۳۰)

اس کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ خود بخاری شریف میں بھی متعدد روایتیں ایسی ہیں جن کے رواۃ متکلم فیہ اور ضعیف ہیں، جس کی وجہ سے وہ روایت بھی ضعیف ہے، لیکن حافظ ابن حجرؒ کی تصریح کے مطابق چونکہ وہ حدیثیں ترغیب وترہیب اور فضائل سے تعلق رکھتی ہیں، اس لئے امام بخاریؒ نے اس طرح تشدد سے کام نہیں لیا جیسا کہ احکام کے سلسلہ کی احادیث میں تشدد کیا ہے۔

ضعیف روایت کے اخذ وقبول کے سلسلہ میں حضرت امام ترمذیؒ کا مسلک

حضرت امام ترمذیؒ کی کتاب العلل نیز جامع ترمذی کو دیکھنے سے یقینی طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ضعیف اور متہم راوی کی روایت کے اخذ وقبول کے سلسلہ میں امام ترمذیؒ کا مسلک بھی وہی ہے جو جمہور محدثین کا ہے، حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ سوء حفظ اور کثرت خطاء کی وجہ سے ضعیف اور متکلم فیہ راوی کسی حدیث کے نقل کرنے میں اگر منفرد ہے، اور کوئی دوسرا اس کا متابع نہیں ہے تب تو اس کی روایت قابل قبول اور قابل احتجاج نہیں ہوگی، ورنہ قبول ہوگی، جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اس کی صراحت کی ہے، مثلاً ابن ابی لیلیٰؒ کے متعلق فرمایا "لایحتج بہ" کہ اس کی حدیث قابل قبول نہیں جبکہ نقل حدیث میں وہ منفرد ہو۔

یہ خلاصہ ہے امام ترمذیؒ کی عبارت کا، عبارت درج ذیل ہے:

"قال الإمام الترمذي علیہ الرحمۃ في كتاب العلل: وكذلك من تكلم من أهل العلم في مجالد بن سعيد وعبدالله بن لهيعة وغيرهما، إنما تكلموا فيهم من قبل حفظهم وكثرة خطئهم، وقد روى عنهم غير واحد من الأئمة، فإذا تفرد أحد من هؤلاء بحديث ولم يتابع عليه لم يحتج به، كما قال أحمد بن حنبل علیہ الرحمۃ: ابن أبي ليلى علیہ الرحمۃ لا يحتج به، إنما عنى إذا تفرد بالشئ۔" (۳۱)

مطلب یہ کہ ضعیف راوی نقل روایت میں اگر منفرد ہے تب تو اس کی روایت قابل قبول نہ ہوگی، لیکن اگر اس کے دوسرے متابع موجود ہوں اور وہ روایت متعدد طرق سے مروی ہو تو قابل قبول ہوگی۔

اور یہی راز ہے اس بات کا کہ بہت سے راویوں پر سوء حفظ اور کثرت خطاء کے سبب کلام کیا گیا ہے، بعض کو کذّاب اور ضال ومضل تک کہا گیا ہے، لیکن اس کے باوجود انہیں ائمہ حدیث نے ایسے راویوں کی روایت کو بھی لیا ہے، مثلاً حضرت حسن بصریؒ نے معبد جہنی کو ضال ومضل تک کہا ہے، امام شعبیؒ نے حارث اعور کو کذّاب کہا ہے، لیکن اس کے بعد پھر ان کی روایت کو قبول بھی کیا ہے، جیسا کہ امام ترمذیؒ نے کتاب العلل میں اسکی تصریح فرمائی ہے۔

امام بیہقی، امام دارقطنی بھی احادیث ضعیفہ کو تعدد طرق اور کثرت سند کی بنا پر قبول کرتے ہیں

امام ترمذیؒ نے "باب ما جاء فی سؤر الهرة" کے تحت حضرت ابوقتادہؓ کی روایت نقل فرمائی ہے اس کی شرح میں علامہ مبارکپوریؒ نے علامہ شوکانیؒ کے حوالہ سے تفصیلی کلام فرمایا ہے، باب سے متعلق کئی حدیثوں کو بھی نقل فرمایا ہے، اور امام شافعی، امام دارقطنی اور امام بیہقی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ ضعیف حدیث کی اگر متعدد سندیں ہوں تو کثرت طرق کی بنا پر وہ ضعیف حدیث بھی قوی اور مضبوط ہو جاتی ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

"أخرج الشافعي والدار قطني والبيهقي في المعرفة، وقال: له أسانيد إذا ضم بعضها إلى بعض كانت قوية۔۔۔۔۔انتهى ما في النيل۔" (۳۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام بیہقی اور امام دارقطنی کے نزدیک بھی ضعیف حدیث تعدّدِ طُرق کی بنا پر قوی اور مضبوط ہو جاتی ہے۔

امام شعبیؒ اور حسن بصریؒ نے بھی ضعیف اور غیر ثقہ راویوں کی روایت کو قرائن کی بنا پر قبول کیا ہے

سابقہ تفصیل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ ضعیف اور غیر ثقہ راوی کی ضعیف روایتوں کو شواہد و قرائن اور تعدّد طرق کی بنا پر قبول کر لیا جاتا ہے، ائمہ اربعہ (حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ)، امام بخاری، امام ترمذی، امام بیہقی اور دیگر حضرات محدثین نے بھی شواہد و قرائن اور مویدات و متابعات کی بنا پر احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا ہے، ائمہ اربعہ اور حضرات محدثین سے پہلے جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری اور امام شعبی جیسے حضرات محدثین کے طرز عمل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بھی ضعیف اور غیر ثقہ، بلکہ ضال (گمراہ) راوی کی روایت کو جب کہ صحت وقبولیت کے دوسرے قرائن پائے جائیں، اور دل اس کی صداقت کی شہادت بھی دیتا ہو تو ایسے غیر ثقہ راویوں کی روایت کو بھی قبول کیا ہے۔

مثال کے طور پر "معبد الجہنی" راوی کے متعلق حضرت حسن بصریؒ نے سخت کلام فرمایا ہے، اس کو ضالّ و مضلّ تک فرمایا ہے، اور اس سے دور رہنے کی ہدایت بھی فرمائی ہے، بعض شرّاح حدیث نے فرمایا کہ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے تقدیر کا انکار کیا، چنانچہ مسلم شریف کی روایت میں ہے:

كان أول من قال في القدر بالبصرة معبد الجهني۔ (۳۳)

لیکن ان سب کے باوجود حضرت حسن بصریؒ نے اس کی روایت کو قبول کیا ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ نے "کتاب العلل" میں اس کی صراحت فرمائی ہے:

"۔۔۔۔۔۔عبد العزيز عطار حدثني أبي وعمي قال سمعنا الحسن يقول: إياكم ومعبد الجهني، فإنه ضالّ ومضلّ۔۔۔۔۔قد تكلم الحسن البصري في معبد الجهني، ثم روى عنه۔ (۳۴)

اسی طرح امام شعبی نے باوجودیکہ حارث اعور راوی کو کذّاب تک کہا، لیکن اس سے روایت بھی لی ہے، بلکہ اس

سے علم الفرائض بھی حاصل کیا ہے، چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں:

قال أبو عیسیٰ علیہ الرحمۃ: ویروی عن الشعبی قال: فالحارث الأعور وکان کذّابا، وقد حدث عنہ۔۔۔۔۔۔قال الشعبی: الحارث الأعور علّمنی الفرائض، وکان من أفرض الناس۔(۳۵)

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ ضعیف اور غیر ثقہ راویوں سے مروی روایتوں کو قرائن وشواہد اور متابع ومؤیدات کی بنا پر (جب کہ دل مطمئن ہو) قبول کرنے اوران کی روایت کو نقل کرنے کا سلسلہ حسن بصری اور امام شعبی (یعنی خیر القرون) کے وقت سے چلا آرہا ہے، اسی کو ہمارے ائمہ اربعہ اور حضرات محدثین وسلف صالحین نے بھی اختیار کیا ہے، واللہ اعلم۔

علماء غیر مقلدین علامہ شوکانیؒ وعلامہ مبارکپوریؒ کے نزدیک بھی احادیث ضعیفہ کثرت طرق وشواہد کی بنا پر معتبر اور قابل قبول ہوتی ہیں

امام ترمذیؒ نے "باب ما جاء فی ترك الوضوء من القبلة" کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

"أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبّل بعض نسائه، ثم خرج إلی الصلوۃ ولم یتوضأ۔"(۳۶)

امام ترمذیؒ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے اس حدیث کو اس کی سند صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ترک کردیا یعنی قبول نہیں کیا، امام ترمذیؒ کی عبارت درج ذیل ہے:

"إنما ترک أصحابنا حدیث عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی ھذا، لأنه لا یصح عندھم لحال الإسناد۔"(۳۷)

اس کی شرح میں علامہ مبارکپوریؒ نے علامہ شوکانیؒ کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے کہ حدیث اگر چہ ضعیف ہے لیکن متعدد طرق سے مروی ہے، کثرت طرق کی وجہ سے اس حدیث کے ضعف کا انجبار ہوجاتا ہے، لہٰذا یہ حدیث قابل عمل اور قابل احتجاج ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ کے قول: "لا یصح عندھم لحال الإسناد" کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

فھو ضعیف، ولکن قال الشوکانی فی النیل: الضعیف منجبر بکثرۃ روایاته، وبحدیث لمس عائشة لبطن قدم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

لکن حدیث الباب مروی من طرق کثیرۃ، فالضعیف منجبر بکثرۃ الطرق ویؤیدہ أحادیث عائشة الأخری کما قد عرفت۔(۳۸)

علماء غیر مقلدین کے نزدیک بھی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہونے کی دوسری مثال

امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں باب منعقد کیا ہے: "باب فی فضل التکبیرۃ الأولیٰ" اوراس باب کے تحت حضرت انسؓ کی موقوف روایت نقل فرمائی ہے۔

اس حدیث پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے امام ترمذیؒ اخیر میں تحریر فرماتے ہیں:

هذا حديث غير محفوظ، وهو حديث مرسل۔ (۳۹)

یعنی یہ حدیث مرسل اور غیر محفوظ ہے۔

ملا علی قاریؒ، حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع السند ہے، لیکن چونکہ فضائل اعمال سے متعلق ہے، لہٰذا اس کو قبول کیا جائے گا، اور اس پر عمل کیا جائے گا، یہ پوری تفصیل علامہ مبارکپوریؒ نے نقل فرمائی ہے، عبارت درج ذیل ہے:

قال القاری علیہ الرحمۃ: ومثل هذا ما يقال من قبل الرأى، فموقوفة فى حكم المرفوع۔ قال ابن حجر علیہ الرحمۃ: رواه الترمذى بسند منقطع، ومع ذلك يعمل به فى فضائل الأعمال۔ (۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ علماء غیر مقلدین علامہ شوکانیؒ اور علامہ مبارکپوریؒ کے نزدیک بھی فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ ومقطوعہ معتبر اور قابل عمل وقابل قبول ہیں، واللہ اعلم۔

علامہ شوکانیؒ اور علامہ مبارکپوریؒ کا موقف

علامہ شوکانیؒ کی نیل الاوطار اور علامہ مبارکپوریؒ کی تحفۃ الاحوذی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات (جو غیر مقلدین کے بڑے عالم اور پیشواء سمجھے جاتے ہیں) بھی جمہور کے مسلک ہی کو اختیار فرماتے ہیں، اور حدیث ضعیف اگر متعدّد طرق سے مروی ہو تو تعدد طرق اور کثرت رواۃ کی بنا پر نہ صرف فضائل میں بلکہ احکام ومسائل میں بھی قبول کرتے ہیں، جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے واضح ہوتا ہے:

(۱) مغرب وعشاء کے درمیان نوافل کے متعلق علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ کی اکثر روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں، لیکن مجموعۂ روایات کی بنا پر اس میں قوت پیدا ہوگئی اس لئے یہ قابل قبول ہوگی خصوصاً فضائل اعمال میں، علامہ شوکانیؒ کی عبارت درج ذیل ہے:

”والآيات والأحاديث المذكورة فى ما تدل على مشروعية الاستكثار من الصلاة بين المغرب والعشاء، والأحاديث وإن كان أكثرها ضعيفاً فهى منتهضة بمجموعها لا سيما فى فضائل الأعمال۔“ (۴۱)

اس سے معلوم ہوا کہ فضائل اعمال میں علامہ شوکانیؒ بھی ضعیف حدیثوں کا اعتبار کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے بڑے علماء علامہ شوکانیؒ، علامہ مبارکپوریؒ وغیرہ بھی نہ صرف فضائل اعمال بلکہ احکام میں بھی احادیث ضعیفہ کا اعتبار کرتے اور قبول کرتے ہیں، جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے واضح ہوا۔

شیخ ابن بازؒ وغیرہ کا موقف

احادیث ضعیفہ کے تعلق سے ماقبل میں جمہور فقہاء مجتہدین ومحدثین کا مسلک ذکر کیا گیا، اسی مسلک کو سعودی عرب کے علماء وفقہاء شیخ ابن بازؒ وغیرہ نے بھی اختیار فرمایا، اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے، سعودی حکومت کی ماتحتی میں منتخب علماء کی زیر نگرانی متفقہ رائے سے ان کے دستخط کے ساتھ جو فتاویٰ شائع ہوتے اور عالم اسلام کے لئے قابل قبول ہوتے ہیں ان میں واضح طور پر یہ فتویٰ صادر کیا گیا ہے کہ:

احادیث ضعیفہ فضائل میں معتبر ہیں، اور احکام ومسائل میں بھی معتبر ہیں جب کہ اس کے شرائط پائے جائیں مثلاً یہ کہ

(۱) اس کا ضعف شدید نہ ہو

(۲) اس کے شواہد ومتابعات موجود ہوں، یا وہ روایت متعدد طرق سے مروی ہو

(۳) یا وہ قواعد شرعیہ کے مطابق اور اس سے متأید ہو

(۴) کسی صحیح حدیث کے خلاف نہ ہو،

ان شرائط کے پائے جانے کی صورت میں یہ ضعیف حدیث بھی قابل قبول اور حسن لغیرہ کا درجہ رکھتی ہے، جو ان احادیث کی چوتھی قسم میں شمار کی جاتی ہے جن کو حجت سمجھا جاتا اور جن سے استدلال کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں احکام میں بھی حدیث ضعیف معتبر اور حجت سمجھی جائے گی، یہ خلاصہ ہے شیخ ابن بازؒ کے اس فتوے کا جو سعودی حکومت کے دار الافتاء سے معتمد علماء کی متفقہ رائے سے شائع کیا گیا ہے، ونصہ ھذا:

”السوال الرابع من الفتویٰ رقم (۵۱۵۸): ھل یجوز العمل بالحدیث الضعیف

الجواب: یجوز العمل به إن لم یشتدّ ضعفه، و کان له من الشواھد ما یجبر ضعفه، أو کان معه من القواعد الشرعیة الثابتة ما یؤیده، مع مراعاة عدم مخالفته لحدیث صحیح، و ھو بذلک یکون من قبیل الحسن لغیرہ و ھو حجة عند أھل العلم۔

السوال الثالث من الفتویٰ رقم (۹۱۰۵): ھل صحیح أن الحدیث الضعیف لا یؤ خذ به إلا فی فضائل الأعمال أما الأحکام فلا یؤ خذ به فیھا؟

الجواب: أو لاً: یؤ خذ بالحدیث الضعیف فی فضائل الأعمال إذا لم یشتدّ ضعفه، و ثبت أنھا من فضائل الأعمال فی الجملة، و جاء الحدیث الضعیف فی تفاصیلھا۔

ثانیاً: یعمل بالحدیث الضعیف فی إثبات الأحکام إذا قوی بحدیث آخر بمعناہ، أو تعددت طرقه، فاشتھر أنه یکون من قبیل الحسن لغیرہ، و ھو القسم الرابع من اقسام الأحادیث التی یحتج بھا۔“(۴۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا موقف

حدیث ضعیف اور مرسل کے تعلق سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی جمہور فقہاء ومحدثین سے ہٹ کر کوئی دوسرا موقف نہیں اختیار فرمایا، بلکہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں واضح طور پر تحریر فرمایا ہے کہ حدیث مرسل اسی طرح ایسے ضعیف راوی کی حدیث جو قاصر الضبط یا مجہول الحال غیر متہم ہو اس کے متعلق مختار قول اور پسندیدہ بات یہی ہے کہ دوسرے قرائن کی وجہ سے وہ ضعیف روایت قابل قبول ہوگی، مثلاً یہ کہ اس ضعیف روایت کا قیاس صحیح کے مطابق ہونا، یا اس کی تائید میں آثار صحابہ یا دوسری مرسل یا مسند ضعیف حدیث کا پایا جانا یا اکثر اہل علم کا اس کے مطابق عمل ہونا وغیرہ، ان آثار وقرائن کے پائے جانے کی صورت میں ایسے ضعیف راوی کی ضعیف روایت اسی طرح مرسل روایت بھی مقبول اور قابل استدلال ہوگی، حضرت شاہ صاحب کی عبارت درج ذیل ہے، جس کا خلاصہ اوپر مذکور ہوا۔

”والمرسل إن اقترن بقرينة مثل أن يعتضد بموقوف صحابي أو مسنده الضعيف أو مرسل غيره والشيوخ متغائرة، أو قول أكثر أهل العلم، أو قياس صحيح، أو إيماء من نص، أو عرف أنه لا يرسل إلا عن عدل صح الاحتجاج به۔

وكذلك الحديث الذي يرويه قاصر الضبط غير متهم أو مجهول الحال، المختار أنه، يقبل إن اقترن بقرينة مثل موافقة القياس أو عمل أكثر أهل العلم وإلا لا۔“(۴۳)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ شرائط وقرائن پائے جانے کی صورت میں حدیث ضعیف وحدیث مرسل بھی قابل قبول ہوتی ہے، ان سب کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) اس حدیث کا قیاس صحیح کے موافق ہونا۔

(۲) اکثر اہل علم کا قول اس کے مطابق ہونا۔

(۳) آثار صحابہ سے حدیث ضعیف یا حدیث مرسل کی تائید ہونا۔

(۴) حدیث ضعیف کے موافق دوسری مسند ضعیف حدیث کا پایا جانا جو دوسرے طریق سے مروی ہو۔

(۵) کسی نص سے اس کی تائید واشارہ کا پایا جانا۔

(۶) حدیث ضعیف کا متعدد طرق سے مروی ہونا۔

خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا تفصیلات نیز جمہور فقہاء ومحدثین اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک سلیم الطبع منصف ادنیٰ علم وفہم رکھنے والا شخص بھی بآسانی فیصلہ کرسکتا ہے کہ فقہاء مجتہدین اور دعاۃ ومبلغین کی ذکر کردہ روایتوں پر جو حضرات نقد کرتے اور ان کے مصنفین پر طعن وتشنیع کرتے ہیں، حالانکہ وہ روایتیں متعدد طرق سے مروی ہیں، ان

کے متابعات وشواہد بھی موجود ہیں، یا وہ روایتیں جو قیاس کے مطابق ہیں، یا فضائل اعمال سے ان کا تعلق ہے، ان پر اعتراض کہاں تک درست ہوسکتا ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین اور دعاۃ ومبلغین پر اعتراض کرنا جب کہ ان کی ذکر کردہ روایتیں جن کو ضعیف کہہ کر رد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور اس بنا پر ایسی کتابوں اور ان کے مصنفین پر نقد کیا جاتا ہے، اگر وہ حدیثیں محتف بالقرائن ہوں، یعنی قرائن وشواہد سے مؤید ہوں، اور قبولیت کے دوسرے شرائط بھی پائے جاتے ہوں، اس کے بعد بھی ان پر اعتراض کرنا محض تعصب وعناد اور حدیثوں سے انتہائی ناواقفیت اور جہالت کی بنا پر ہی ہوسکتا ہے، ان پر اعتراض کرنا دراصل جمہور فقہاء ومحدثین اور ائمہ مجتہدین نیز علامہ ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ، علامہ شوکانیؒ، علامہ مبارکپوریؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ جیسے محدثین ومحققین پر اعتراض کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

حواشی:

۱۔ مقدمہ مشکوۃ للشیخ عبدالحق الدہلویؒ، صفحہ ۶ مصنف: شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، ناشر: آئی ایم اے پرنٹرس دہلی، سن طباعت ۲۰۱۵ء

۲۔ مقدمہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم، ج ۱ ص: ۱۴۷، مصنف: علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، ناشر: دار الضیاء بیروت، سن طباعت: ۲۰۰۶ء

۳۔ اعلام الموقعین، الفصل الرابع: الاخذ بالمرسل والحدیث الضعیف، جلد ۱، صفحہ ۳۱ مصنف: علامہ ابن القیمؒ، ناشر: دار ابن الجوزی جدہ سعودی عربی، سن طباعت: رجب ۱۴۲۳ھ

۴۔ اعلام الموقعین، الفصل الرابع: الأخذ بالمرسل والحدیث الضعیف، جلد ۱، صفحہ ۶۷

۵۔ قواعد فی علوم الحدیث، صفحہ ۵۸، ابطال القیاس لابن حزم، صفحہ ۶۸، نوادر الحدیث للشیخ محمد یونس الجونفوری، صفحہ ۱۶۶

۶۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، جلد ۱، صفحہ ۴۱، مصنف حضرت ملا علی قاریؒ، ناشر ادارہ فیصل دیوبند، سن طباعت ۲۰۱۶ء

۷۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب السنن وفضائلھا، ج ۳، ص: ۲۲۶

۸۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب قیام شھر رمضان، جلد ۳، صفحہ ۳۴۰

۹۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، جلد ۱، صفحہ ۴۰۸

۱۰۔ مقدمہ مشکوۃ المصابیح للشیخ عبدالحق الدہلویؒ، صفحہ ۵، ملحقہ مشکوۃ المصابیح، مصنف: شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، ناشر: آئی ایم اے پرنٹرس دہلی، سن طباعت ۲۰۱۵ء

۱۱۔ فتح القدیر شرح ہدایہ، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی الصلوٰۃ علی المیت، جلد ۲، صفحہ ۹۵، مصنف علامہ ابن ہمام حنفیؒ، دار

الکتب العلمیة بیروت، سن طباعت ۲۰۰۳ء، مقدمہ فتح الملہم شرح مسلم، جلد ا، صفحہ ۱۵۳
۱۲۔مقدمہ فتح الملہم شرح مسلم، جلد ا، صفحہ ۱۵۳
۱۳۔ردالمحتار علی الدر المختار، جلد ا، صفحہ ۸۷، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، سن طباعت ۲۰۱۱ء
۱۴۔شرح مہذب، جلد ا، صفحہ ۵۹، منصف: ابوزکریا یحی بن شرف نوویؒ
۱۵۔شرح مہذب للنووی، جلد ۳، صفحہ ۱۲۲
۱۶۔التبیان فی آداب حملة القرآن، خطبة الکتاب، صفحہ ۸، منصف ابوزکریا یحی بن شرف نوویؒ، ناشر دار المنہاج للنشر والتوزیع جدہ، سن طباعت ۲۰۱۱ء
۱۷۔مقدمہ کتاب الأذکار للنووی، صفحہ ۵، مصنف ابوزکریا یحی بن شرف نوویؒ، ناشر دار المنہاج للنشر والتوزیع جدہ، سن طباعت ۲۰۰۵ء
۱۸۔تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، جلد ا، صفحہ ۲۹۹، مصنف: علامہ جلال الدین سیوطیؒ، ناشر دار ابن الجوزی جدہ سعودی عرب، سن طباعت ۱۴۳۱ھ
۱۹۔اللآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة، صفحہ ۷، مصنف علامہ جلال الدین سیوطی، ناشر دار المعرفة بیروت، سن طباعت ۲۰۱۱ء
۲۰۔فتح الملہم شرح مسلم، جلد ا، صفحہ ۱۵۲
۲۱۔اعلام الموقعین، الفصل الرابع: الأخذ بالمرسل والحدیث الضعیف، جلد ا، صفحہ ۳۲، مصنف: علامہ ابن القیمؒ، ناشر: دار ابن الجوزی جدہ سعودی عربی، سن طباعت: رجب ۱۴۲۳ھ
۲۲۔اعلام الموقعین، الفصل الرابع: الأخذ بالمرسل والحدیث الضعیف، جلد ا، صفحہ ۳۱
۲۳۔التمھید، جلد ا، صفحہ ۵۸
۲۴۔اعلام الموقعین، فصل الرابع: الأخذ بالمرسل والحدیث الضعیف، جلد ا، صفحہ ۳۱
۲۵۔تاریخ المذاہب الاسلامیة، فی ترجمة الامام أحمدؒ، صفحہ ۳۲۹، مصنف امام ابوزہرہ، ناشر دار الفکر قاہرہ، سن طباعت ۲۰۱۵ء
۲۶۔فتاوی ابن تیمیہ، جلد ۱۸، صفحہ ۶۵، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ، ناشر دار الوفاء قاہرہ مصر، سن طباعت طبع اول ۱۴۱۸ھ
۲۷۔القول البدیع، صفحہ ۱۹۵
۲۸۔فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۱۸، صفحہ ۶۸
۲۹۔ملاحظہ ہو، فضل اللہ الصمد شرح الأدب المفرد، صفحہ ۱۸۴

۳۰۔الحدیث الضعیف حکمہ وفوائدہ،صفحہ ۹۴

۳۱۔کتاب العلل للترمذی،صفحہ ۵۴،ابوعیسی محمد بن عیسی ترمذیؒ

۳۲۔تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی،أبواب الطھارۃ،جلد ا،صفحہ ۲۶۳،قاضی عبدالرحمن مبارکپوریؒ،

۳۳۔صحیح مسلم،کتاب ال ایمان،باب بیان الایمان والاسلام والاحسان،حدیث ۸،ابوحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوریؒ،آئی ایم اے پرنٹرس دہلی،سن طباعت ۲۰۱۶ء

۳۴۔کتاب العلل للترمذی،تحفۃ الالمعی شرح ترمذی،جلد ا،صفحہ ۱۵۳

۳۵۔کتاب العلل للترمذی،تحفۃ الالمعی شرح ترمذی،جلد ا،صفحہ ۱۵۳

۳۶۔جامع ترمذی،أبواب الطھارۃ،باب ماجاء فی ترک الوضوء من القبلۃ،حدیث ۸۶،امام ابوعیسی محمد بن عیسی ترمذیؒ، ناشر:الطاف اینڈسنز کراچی پاکستان،سن اشاعت:۲۰۰۹ء

۳۷۔جامع ترمذی،أبواب الطھارۃ،باب ماجاء فی ترک الوضوء من القبلۃ،حدیث ۸۶

۳۸۔تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی،أبواب الطھارۃ،جلد ا،صفحہ ۲۴۰

۳۹۔جامع ترمذی،أبواب الصلوٰۃ،باب فی فضل التکبیرۃ الاأولی،حدیث ۲۴۱

۴۰۔تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی،أبواب الصلوٰۃ،جلد ۲،صفحہ ۴۰

۴۱۔نیل الاأوطار للشوکانی،جلد ۳،صفحہ ۶۰

۴۲۔فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء،صفحہ ۳۶۹، ۳۷۰،موسسۃ الامیریۃ سعودی عرب،سن طباعت ۱۴۲۰ھ

۴۳۔حجۃ اللہ البالغۃ باب القضاء فی الحدیث المختلفۃ ص ۳۲۰،ج ا مطبوعہ بیروت لبنان